ڈاکٹر آرزو چفت سورین*

یشار کمال کے ناول ناراض سمندر میں ماحولیات کے مسائل

Abstract: *Yashar Kemal is one of the famous writer in Turkish literature. He was born in a village in southern Anatolia in 1922. He published his first book "Ağıtlar" (Ballads) in 1943, which was compilation of folkloric themes. He wrote more than 25 novels. In his tatrology An Island Story: "Look, the Euphrates is Flowing with Blood" (1997), "Ant Drinking Water" (2002), "The Cocks of Dawn" (2002), "Naked Sea, Naked Island" (2012) he touches the deep wound of Population Exchange.*
Yashar Kemal's novel The Sea-Crossed Fisherman set in Istanbul and its environs, one of the Kemal's sea novels. With its deep earning for the once healthy ecosystem in this particular of the World, the novel presents pictures of devastation in both the land and the water. In Kemal's own words, the novel "is the story of alienation of all big cities in the whole World in agony because of the environmental, human crisis."
In the following research author will examine how the ecological problems reflect in Yashar Kemal's novel.

ماحولیات جانداروں کے باہمی اور ماحول سے تعلقات کے انفرادی یا پھر اجتماعی مطالعے کی سائنس ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے ماحولیاتی مسائل پوری دنیا کے لئے خطرناک صورتحال اختیار کرلی ہے۔ پر معاشروں نے ماحولیاتی مسائل کو مزید سنجیدگی سے لیناشروع کردیاہے۔ تاہم، ماحولیات کو ایک سماجی تحریک کے طور پر عوامی سطح پر 1960 کے بعد پذیرائی ملی۔

گلوبل وارمنگ، جنگلوں کی تباہی، زندہ پر جاتیوں کا خاتمہ، جاندار انواع کی نابودگی اور آلودگی جیسے قدرتی حیات کو خطرے سے دوچار کرنے والے مسائل، گزشتہ صدیوں میں تیز شہری آبادکاری، صنعتی اور تکنیکی عوامل کی وجہ سے آج کے معاشرے کی سب سے اہم سماجی اور سیاسی مسائل میں سے ایک ہے۔

دنیا کا مستقبل خطرے سے دوچار ہونے کی وجہ سے ماحولیات سائنس میدان معالع سے نکل کر طریقت کی حیثیت کا درجہ پاگئی ہے۔ نتیجتاً ادبیات نے بھی ماحولیاتی مسائل کو توجہ دیناشروع کردیااور اس طرح 1970 کی دہائی کی اخر میں ماحولیات کے اصولوں کا ادبیات سے قابل تعلقات ہونے کے طور پر قابل تسلیم ہونے کا `نظری تنقید ماحولیات` سامنے آئے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، استنبول یونیورسٹی، ترکی

This research project has been supported by Scientific Research Projects Coordinations Unit of Istanbul University, Project Number BEK 2017-27128

ترک ادب میں یشار کمال(1920 -2015) اپنی تصنیفات میں فطرت کو جگہ دینے والے ،انسان کے فطرت سے تعلق کا بالکل مختلف زبان سے وضاحت کرنے والے پہلے مصنفین ہیں۔ یشار کمال گزشتہ صدی کے ترک ادب کے سب سے مشہور ادیب ہیں۔

ناول، کہانیاں، شعر، نظم، مضموں نویسی، ڈرامے جیسے ادبی میدانوں میں کام کرنے والے مصنف یشار کمال ترکی کے جنوبی حصے کے چکوروا ہ میں پیدا ہوا۔ بچپن اور جوانی یہاں گزاری۔ علاقے کو گھیرے ہوئے تورس پہاڑ اور اس علاقے کی فطرتی خصوصیت نے چھوٹی عمر میں اس کی توجہ کی حصہ بنے تھے اور اس توجہ نے اس کے کام کی بنیاد رکھی۔ آنے والے دور میں ترکی کے مختلف علاقوں میں رہنے والے کمال نے اس علاقوں کی فطرت کو اپنی تصنیفات میں جگہ دی ہے۔ انسان کا صرف فطرت سے صحتمند تعلق جوڑ کر ہی صحتمند اور پرامن زندگی گزارنے کے قابل ہونا ان کے کام کی مقالاتی خصوصیات ہیں۔ ان کے، `دیکھو نااب فراط سے خون بھرا ہاہے `، 'پرندے بھی چلے گئے'، زمیں آہن آسمان تانبا'، اج کل بہار آگئ'، جیسے کاموں کے ناموں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ فطرت سے کیسا تعلق رکھتے ہیں۔ 1939 میں پہلی تصنیف دینے والے یشار کمال کی اپنی وفات تک، تصنفیات کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر قومی اور بین الاقومی سطح پر کئی اعزازات کے قابل سمجھی گئیں۔

`ناراض سمندر` استنبول کو موضوع بنانا والے ناولوں میں سے ایک ہے۔ ناول میں انسانوں کی شہر میں زندگی کی کش مکش ایک شہر کی تباہی، بدعنوانی، وحشت اور سمندر کی فطرت کا خاتمہ بیان کیا گیا ہے۔ ناول استنبول کے مچھیروں کے قصبے `منکشے` کے گرد گھومتا ہے۔ ماہی گیر سلیم، زینل، حسین حوری، درسن کمال، حلیم بے وزیر زادے جیسے کرداروں پر مشتمل ناول کو تنقید ماحولیات کے نقطہ نظر سے دیکھنے پر ماہی گیر سلیم ہمارے مطالعے کا موضوع ہے۔

ماہی گیر سلیم کی ایک دوست ڈولفن مچھلی ہے۔ ماہی گیر سلیم اور ڈولفن مچھلی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔ سلیم جب کبھی مچھلی کے شکار کے لئے نکلتا ڈولفن مچھلی بھی اس کے ساتھ ہو لیتی اور مچھلی کے شکار میں اس کی مددگار ہوتی۔ ڈولفن اس کے خاندان کے ساتھ انسانی انداز میں بات چیت کرتی۔ یشار کمال کے ناول میں سلیم ماہی گیر کے الفاظ:

> "ڈولفنوں کو بھی زخمی کر دیا۔ جبکہ ڈولفن مچھلیاں انسانوں کی ساتھی، ماہی گیروں کی دوست اور ہم درد تھیں۔ ماضی میں ایک ڈولفن مچھلی میری دوست تھی۔ اپنی ہم جنسوں کے ساتھ مجھے، چاہے پندک سے، چاہے امبارلی سے، چاہے جزیروں سے میری کشتی دول دول کو دیکھ کے چاہے چالیس دن کی مسافت ہو اس کی بو پا کر اچھلتے چھنٹیے اڑاتی ہوئی میرے علاقے کے گیت گاتی ہوئی میری منزل تک لے کے جاتی تھی۔ میں بھی اسے انسان کی طرح دیکھنے والی آنکھوں سے پیٹ پر زخم کی نشان سے دائیں بازو کی کٹی ہوئی کلائی سے پہچانتا تھا۔ بالکل انسانوں کی طرح ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ میری کشتی کو سمندر میں دیکھتی تو مجھے

جہاں سے بھی دیکھتی، میری خوشبو پاتے ہی خوشی سے ہوا میں پاگلوں کی طرح ایک میٹر اللہ جانتا ہے دو میٹر چھلانگ لگاتی، پھر سمندر میں ڈبکی لگاتی اور کچھ دیر بعد ساری ہم جنسوں کے میرے ساتھ ہوتی تھی۔ کشتی کے گرد خوشی سے بھرپور انداز میں جتنے چکر لگا سکتی تھی لگاتی، بیچ میں سر کو باہر نکال کر مجھے دیکھ دیکھ کے چکر لگاتی تھی۔ میں اس سے نہیں وہ میرے ساتھ باتیں کرتی تھی"۔(۱)

ناول کی آگے آنی والی سطور میں ناول کا کردار ماہی گیر سلیم اور ڈولفن مچھلی کے ساتھ ہونے والا تعلق کو مزید بیان کرتا ہے:`

"ڈولفن مچھلیاں اسے دیکھنے پر دل سے، جان سے ہنستی تھیں۔ کوئی جانور ہنستا ہے کیا، ہنسنا، رونا انسانوں کی خاصیت ہے۔ افسوس انسان افسوس، اصل ہنسی کو بھولنے والا انسان ہے۔ اس دنیا میں ساتھی اور دوست کے بغیر، ہاتھوں کے گرم لمس، انداز نظر کی خوبصورتی سے محروم ہونے والا انسان ہے۔ ناخوش اور ناشکرے ہونے والے انسان ہیں۔ دنیا کی خوبصورتی کا انکاری مزید بر آں خالص زندگی کے ذائقے سے محروم انسان ہے، اوپر پھیلے آسماں پیروں کے نیچے زمین کی مٹی بہتے پانیوں سے بے بہرہ انسان ہے۔ فطرتی خوبصورتی کے عین بیچ میں بن دیکھے پھیرنے والا، دیکھ کے اندھا ہونے والا انسان ہے۔ ڈولفین مچھلیاں، پرندے، لومڑیاں چاہے جس قیمت پر بھی ہو اور تو اور کیڑے مکوڑے بھی اس دنیا کے ذائقے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں"۔(۲)

بس ڈولفین مچھلی کی `مارمرا` میں پکڑنا شروع ہوتے ہی ڈولفین کا قتل عام شروع ہو گیا۔ ماہی گیر سلیم، انسانوں سے ماہی گیروں سے دوری اختیار کر کے گوشہء تنہائی میں چلا جاتا ہے۔ کبھی کبھار قہوہ خانوں کا چکر لگاتا، ان کی مہم جوئی کو سوچتا حیرانگی سے غلط انسانی رویوں نے کیسے دنیا کی جنت کو جہنم میں بدل کر رکھ دیا۔ حیرت کا اظہار کرتا:

"اولاد آدم نے اندر سے خوشی اور امید کی انگڑائیاں لیتے لیتے کیوں اپنے اندر کو تاریکیوں سے بھر لیا۔ کیوں آخر کیوں اندر کی روشنی کو بجھا کر خوشی اور محبت کی رگوں کو سکھا دیا۔ کس لئے،! کیوں اس طرح محزون، غمگیں اور تنہا ہو گئے؟ کیوں انسان قتل کرنے، ختم کرنے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو اتنا پسند کرتا ہے۔ انسان ایک نرم خوں، بھلائی سے بھرپور مخلوق تھی، کھل کے ہنسنے والا، دل بھر کے رونے والا ہڈیوں کے گودوں تک حساس محبت کرنے والی مخلوق اولاد آدم۔۔۔ کیوں یہ کس لئے پھولوں کو توڑ رہے ہیں؟ ایک کا پیٹ بھرا ہے تو کئی کیوں بھوکے ہیں؟ جس کا پیٹ بھرا ہے وہ اتنی آنکھوں کی نگرانی میں کیوں ہے؟ غصے میں کوئی بہتری ہوتی ہے کیا؟ جس کا پیٹ بھرا ہے وہ اتنا احمق کیوں ہے؟" (۳)

ماہی گیر سلیم کو اس طرح گہری سوچوں میں ڈوبنے والی ڈولفین مچھلیاں کے قتل عام کے بعد سمندر اور دیگر مچھلیوں نے بالآخر اولاد آدم کو رد عمل دینا شروع کر دیا تھا۔

"مارمرا سمندر کو کچھ ہو گیا تھا، ڈولفین مچھلیوں کے نسل کشی پر سمندر سے برکت ختم ہو گئی، پکڑی جانے والی ایک دو مچھلیوں کا بھی لذت، ذائقہ نہ رہا۔ یہاں ساحل پہ انگاروں پر بھونی جانی والی پکائی جانی والی مچھلی کی بو بڑی خوشگوار ہوا کرتی تھی۔ مچھلی کی بو سمندر کی بو سے ملنے پر خوشی اور اشتہا سے انسانوں کو دیوانہ کرتی تھی۔ اور بچوں کی آنکھیں ذائقے اور لذت سے بہتی ہوئی، اوائل گرمی کی شاموں میں مچھلی کا تیل چہروں اور ہاتھوں سے لگاتے ہوئے مچھلی کو کھاتے اور پیٹ بھرتے تھے۔ اس زمانے میں "منکشے" میں خوشی کا ایک نغمہ تھا۔ یہ ساحلی لوگ کھا کر پیٹ بھرنے کے بعد مچھیرے مچھلیوں کو استنبول کے مچھلی بازاروں سے لے جا کے بیچتے اور جھولیاں بھری پیسوں کے ساتھ لوٹتے تھے۔ ڈولفین مچھلیوں کے واقعے کے بعد۔۔۔

بس اس وقت کونسا سال تھا کسی کو یاد نہیں، اس سال ڈولفین مچھلی کے تیل کی بہت اچھی قیمت تھی۔ کئی غیر ملکیوں کی طرف سے ڈولفین مچھلی کی مانگ تھی، مچھلی کے تیل کا ایک قطرہ بھی ایک گرام سونا تھا۔ اس لیے اس سال بحر اسود ، ایجیئن سمندر میں مچھیرے نہ رہے، سب "مارمرا" سمندر میں آ گئے۔ بحر ورم، اناتالیہ اور بودروم سے بھی مچھیرے آ گئے، باسفورس کے ان ساحلوں سے بھی مچھیرے ان میں شامل ہوئے، مارمرا میں مچھلی کا دہشت انگیز شکار اور نسل کشی شروع ہو گئی۔ مچھلیوں کی چیخیں ابھی تک "مارمرا" سمندر سے آتی ہیں۔ ڈولفین مچھلیاں پکڑے جانے پر، نیزہ لگانے پر ڈائنامائٹ اور گولے لگنے پر دردناک چیخیں مارتی تھیں۔" (۴)

اس صورتحال کے خلاف کسی ماہی گیر نے اس `` مارمرا میں علاج کے خاطر ڈھنڈو گے ایک مچھلی بھی نہیں رہے گی، ہم سب ڈولفین مچھلی ختم ہونے پر اپنی تکلیفوں سے مر جائیں گے `` کہا بھی تو دیگر ماہی گیروں نے قتل عام جاری رکھا۔

"مارمرا ڈولفین کے خون سے سرخ رنگ میں رنگا گیا" علاقوں کے حکام کو ٹیلی گراف بھیجا گیا۔

"شرم کیجئیے سمندر مچھلیوں سے بھرا ہے۔ براہ مہربانی ڈولفین مچھلیوں کو مت ماریئے، ڈائنامائیٹ مت پھوڑیئے۔ انہیں گولیوں سے چھلنی مت کیجئیے۔ ڈولفیں مچھلیاں انسانوں کی طرح ہیں۔ انسان ہیں۔ ایک ڈولفین مچھلی کو مارنے کا گناہ ایک انسان کو مارنے سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت یونسؑ (علیہ السلام) کو ڈولفی مچھلی نے چالیس دن اور چالیس راتیں اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور ان کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیا۔ اس لئے ڈولفین مچھلی کا نام یونس مچھلی پڑا کہ وہ ایک مقدس مچھلی ہے ، کوئی اس کا شکار نہ کرے اور نہ مارے۔" (۵)

"ماہی گیر سلیم مسلسل " سمندر آپ لوگوں سے ناراض ہو جائے گا، سمندر ہم لوگوں سے ناراض ہو جائے گا۔ آپ کے کیے گیے اس برائی کے بعد سمندر ہمیں ایک مچھلی بھی نہیں دے گا۔ سمندر ہم سے ناراض ہو جائے گا۔" کہتے ہوئے چیختا تھا۔" کھاڑیوں میں سیکڑوں مری ہوئی مچھلیاں پڑی ہیں، ٹکڑے ٹکڑے کر کے بوائلرز میں بھری جاتی ہیں، ابلتی ہیں، تیل بڑے بڑے چمچوں سے بالٹیوں میں بھر رہے ہیں۔ باسفورس حیدر پاشا کے سامنے لنگر انداز ہو کے غیر ملکی بحری جہازوں میں بالٹیوں کی بالٹیاں اتار رہے تھے۔"(٦)

ماہی گیر سلیم اس قتل عام کے خلاف ہونے کے باوجود کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ہر دفعہ کہتا:

"یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔ بالکل بھی ٹھیک نہیں کیا۔ سمندر ہم سے ناراض ہو گا۔ ڈولفین مچھلیاں سمندر کی خوبصورتی تھیں۔ اللہ ہم سے ناراض ہو گا۔ ڈولفین مچھلیاں اللہ کی خوبصورتی کا ظہور تھیں۔ حضرت محمدؐ ، حضرت یونسؑ ہم سے ناراض ہونگے۔ ڈولفین مچھلیاں ان کی پسندیدہ تھیں۔ یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا، سمندر خشک ہو جائے گا۔ پانی نہیں بہے گا، دنیا ہمیں قبول نہیں کرے گی۔ یہ ڈولفین مچھلیاں سمندر سے ختم ہونے پر سمندر ہمارے لئے بند ہو جائے گا۔ اندھیری دیوار ہو گا سمندر ہمارے لئے۔"(٧)

یشار کمال کے 1978 میں لکھے ہوئے ناول ``ناراض سمندر`` میں ناول کے ہیرو ماہی گیر سلیم کے وسیلے سے افسوس آج بھی بند نہ ہونے والے قتل عام کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس کے علاوہ یشار کمال نے کم علمی اور غلط شکار کے نتائج کا ناول کے ہیرو ماہی گیر سلیم کے ذریعے اس طرح ذکر کیا ہے:

"ایک وقت تھا کہ مارمرا سمندر منہ تک تلوار مچھلی سے بھرا تھا، کہاں اتنی اتنی، ہر ایک تین چار میٹر لمبائی میں تین سو، پانچ سو، چھ سو کلو وزنی۔۔۔ مچھیروں، ملاحوں، نیزہ گیروں نے ان کی نسل کو معدوم کر دیا ہے۔

اس کے بعد مارمرا سمندر سے تلوار مچھلی معدوم۔۔۔ انہیں بھی، ان کو تلواروں کو بھی خلک کر دیا، ابھی دو کلو کے بچے ہوتے ہوئے انہیں لفافوں میں بھر دیا، نیزوں سے چھلنی کر دیا، ڈائنامائیٹ سے شکار کر دیا۔ مچھلیوں کو انڈے دینے سے پہلے ہی مار دیا۔ ابھی۔۔۔ اللہ ان کو برباد کرے، ہماری قسمتوں کو کفن لگا دیا۔"(٨)

یشار کمال "ناراض سمندر" ناول میں صرف غلط شکار کے نتیجے میں معدوم ہونے والی مچھلی کی قسموں کا ذکر نہیں کرتے، قاری کو ناول میں گزرے دو ہیرو افراد کے مکالمے سے درختوں کی اہمیت بھی بیان کرتے ہیں:

"درخت لگانا ثواب کا کام ہے، بالخصوص زیتون کا درخت لگانا بہت ثواب کا حامل ہے۔ زیتون کے درخت کی عمر لمبی ہوتی ہے اور اس کے پھل کا شمار جنت کے میووں میں ہوتا ہے۔ کتنی رحمت، کس قدر رحمت ہے، کون جانتا ہے کتنے محنت کے ساتھ ان درختوں کو آپ نے بڑا کیا ہے۔ اک درخت کو بڑا کرنا ایک بچے کو پالنے کی طرح ہے۔"(۹)

یشار کمال "ناراض سمندر" ناول میں اولاد آدم کے ہاتھوں سے فطرت کی تباہی اور فطرت کی طرف سے دیئے گئے رد عمل کو بیان کرتے ہوئے ایک بار پھر ناول کے کردار کے منہ سے تیز شہری آبادی کے نتیجے میں انسانوں کی چیزوں کو کھونے کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

"ایسے انسان بھی موجود ہیں، شکر ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ اکثریت میں ہیں۔ جو اپارٹمنٹ، سیمنٹ، لوہے، پیٹرول کی بو، دیواروں کے جال میں نہیں پھنسے۔ اور محبت میں، دوستی میں، صبح کی بارش کی مانند دل کھول کر رونے میں، بادام کے جنگل میں کھلی کلیوں کی مانند کھکھلا کر ہنسنے میں، افسوس کرنے میں، گرمی محبت سے دل کو ہاتھوں کی تلیوں میں رکھ کر پیش کرنے سے، جذبات کی رو میں بہہ جانے میں شرم محسوس نہیں کرتے۔ اس دنیا میں ایسے لوگ بہت ہیں، بہت ہیں۔ اگر ہم ان سے دور ہو گئے تو قصور ہمارا ہے۔"(۱۰)

نتیجتاً یشار کمال ناول "ناراض سمندر" میں انسانوں کے حیوانوں سے تعلق سے لے کر فطرت اور ماحول سے تعلق رویے، تیز شہری آبادکاری کے نتیجے کے طور پر کیسے اپنی فطرت سے دور ہو کر رستے سے بھٹک جانے کا ذکر کرتے ہوئے مزید خوبصورت دنیا میں جینے کے طریقے بھی قارئین کے لئے بیان کرتے ہیں۔ بالآخر اولاد آدم زندگی میں ترجیحات کی قیمت ادا کرتا ہے۔ اچھی چیز کا چننے بھی اولاد آدم کے ہاتھ میں ہے، بری چیز کا انتخاب بھی، جیسا کہ ناول میں بین السطور ذکر ہوا کہ محبت میں، دوستی میں، کھل کر ہنسنے میں، افسوس کرنے میں، رونے میں شرم محسوس نہ کرنے والے انسان آج بھی موجود ہیں۔ اگر ہم ان سے دور ہیں تو قصور ہمارا ہے۔

حوالہ جات:

1. Ya ar Kemal, Deniz K st , Yap Kredi Yay nlar , stanbul Temmuz 2016, P.35

۲۔ ایضا،ص36، 35-　۳۔ ایضا،ص47-　۴۔ ایضا،ص48-

۵۔ ایضا،ص50-　۶۔ ایضا،ص50-　۷۔ ایضا،ص53-

۸۔ ایضا،ص35-　۹۔ ایضا،ص260-　۱۰۔ ایضا،ص91-

☆☆☆☆☆